صلاتُ الصفاء فی نُورالمصطفٰے

۱۳۲۹ھ

نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں صفائی باطن کے انعامات

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK

اعلٰحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

صلاتُ الصّفاءِ فی نورِ المصطفٰی ۱۳۲۹ھ

(نورِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بیان میں صفائی باطن کے انعامات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۸: از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے نور سے پیدا ہوئے اور ان کے نور سے باقی مخلوقات، کس حدیث سے ثابت ہے اور وہ حدیث کس قسم کی ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد یا نور یا نور النور یا نورا قبل کل نور و نورا بعد کل نور یا من لہ النور وبہ النور ومنہ النور

اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ اے نور، اے نور کے نور، اے نور ہر نور سے پہلے اور اے نور ہر نور کے بعد۔ اے وہ ذات جس کے لئے نور ہے، جس کے سبب سے نور ہے، جس سے نور،

والیہ النور و ھو النور صل و سلم و بارک علٰی نورک المنیر الذی خلقتہ من نورک و خلقت من نورہ الخلق جمیعا وعلٰی اشعۃ انوارہ واٰلہ واصحابہ نجومہ و اقمارہ اجمعین اٰمین !

جس کی طرف نور ہے اور وہی نور ہے۔ درود و سلام اور برکت نازل فرما اپنے نور پر جو روشن کرنے والا ہے۔ جس کو تُو نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور تمام مخلوق کو اس کے نور سے پیدا فرمایا۔ اور اس کے انوار کی شعاعوں پر اور اس کے آل واصحاب پر جو اس کے ستارے اور چاند ہیں۔ سب پر۔ اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما۔ (ت)

امامِ اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنَّف میں حضرت سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ؛

قال قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اوّل شیئ خلقہ اللہ تعالٰی قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذٰلک النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالٰی ولم یکن فی ذٰلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی فلما اراد اللہ تعالٰی ان یخلق الخلق قسم ذٰلک النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی

یعنی وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی ، فرمایا ، اے جابر ! بیشک بالیقین اللہ تعالٰی نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وُہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دَورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنّت ، دوزخ ، فرشتے ، آسمان ، زمین ، سورج، چاند، جن ، آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالٰی نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصّے فرمائے ، پہلے سے قلم ، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصّے کئے ، پہلے سے فرشتگانِ حاملِ عرش ، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے ۔ پھر

ومن الثالث باقی الملائکۃ، ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء، فخلق من الاول السمٰوات، ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ و النار، ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء، الحدیث[1] بطولہ۔

چوتھے کے چار حصّے فرمائے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے بہشت دوزخ بنائے، پھر چوتھے کے چار حصے کئے، الی آخر الحدیث۔

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بنحوہٖ روایت کی، اجلّہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب لدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القرٰی اور علامہ فاسی مطالع المسرات اور علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ دیاربکری خمیس اور شیخ محقق دہلوی مدارج وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل واعتماد فرماتے ہیں، بالجملہ وہ تلقّیِ امت بالقبول کا منصبِ جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ تلقّیِ علماء بالقبول وہ شئے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی، کما بیّناہ فی "منیرالعین فی حکم تقبیل الابہامین" (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "منیرالعین فی حکم تقبیل الابہامین" میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سیّدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قد خلق کل شیئ من نورہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما ورد بہ الحدیث الصحیح[2]۔

بے شک ہر چیز نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنی، جیسا کہ حدیثِ صحیح اس معنی میں وارد ہوئی۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱ و ۷۲
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " دارالمعرفۃ " ۱/ ۴۶ و ۴۷
تاریخ الخمیس مطلب اللوح والقلم مؤسسۃ شعبان ۱/ ۱۹ و ۲۰
مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۲۱
مدارج النبوۃ قسم دوم باب اول " " " ۲/ ۲

[2] الحدیقۃ الندیۃ المبحث الثانی " " " ۲/ ۳۷۵

ذکرہ فی المبحث الثانی بعد النوع الستین من اٰفات اللسان فی مسئلۃ ذم الطعام۔

اس کو علامہ نابلسی نے نوع نمبر ساٹھ جو کہ زبان کی آفتوں کے بیان میں ہے کے بعد، کھانے کی بُرائی بیان کرنے کے مسئلہ کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔(ت)

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں ہے:

قد قال الاشعری انہ تعالٰی نور لیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملٰئکۃ شرر تلک الانوار وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ماخلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ وغیرہ مما فی معناہ[1]۔

یعنی امام اجل امام اہلسنت سیدنا ابوالحسن اشعری قدس سرہ (جن کی طرف نسبت کرکے اہل سنت کو اشاعرہ کہا جاتا ہے) ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نُور ہے نہ اور نوروں کی مانند اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رُوحِ پاک اسی نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھول ہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔ اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں جو اسی مضمون میں وارد ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹: از نانڈہ ضلع مراد آباد مرسلہ مولوی الطاف الرحمٰن صاحب پیپسانوی ۴ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض مولود شریف میں جو نورِ محمدی کو نورِ خدا سے پیدا ہوا لکھا ہے اس میں زید کہتا ہے بشرطِ صحت یہ متشابہ کے حکم میں ہے اور عمرو کہتا ہے یہ انفکاکِ ذات سے ہُوا ہے۔

بکر کہتا ہے کہ یہ مثل شمع سے شمع روشن کرلینے کے ہُوا ہے۔

اور خالد کہتا ہے متشابہات میں مذہبِ اسلم رکھتا ہوں اور سالم کو بُرا نہیں جانتا، اس میں چون وچرا بیجا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

---

[1] مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۵

الجواب

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا:

یاجابران اللّٰہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔ ذکرہ الامام القسطلانی فی المواهب[1] وغیرہ من العلماء الکرام۔

اے جابر! بیشک اللہ تعالٰی نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (امام قسطلانی نے اس کو مواہب لدنیہ میں اور دیگر علماءِ کرام نے ذکر کیا ہے۔ ت)

عمرو کا قول سخت باطل وشنیع وگمراہی فظیع بلکہ سخت تر امر کی طرف منجر ہے اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کی ذات سے جُدا ہو کر مخلوق بنے، اور قولِ زید میں لفظ "بشرطِ صحت" بُوئے انکار دیتا ہے یہ جہالت ہے، باجماعِ علماء دربارہٴ فضائل صحتِ مصطلحہٴ محدثین کی حاجت نہیں، مع ہذا علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔ علاوہ بریں یہ معنٰی قدیماً و حدیثاً تصانیف وکلماتِ ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء میں مذکور ومشہور وملقّٰی بالقبول رہنے پر خود صحتِ حدیث کی دلیل کافی ہے،

فان الحدیث یتقوی بتلقی الائمۃ بالقبول کما اشار الیہ الامام الترمذی فی جامعہ وصرح بہ علماؤنا فی الاصول۔

اس لئے کہ حدیث علماء کی طرف سے تلقی بالقبول پاکر قوی ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ہمارے علماء نے اصول میں اس کی تصریح فرمائی ہے (ت)

ہاں اُسے باعتبارِ کُنہ کیفیتِ متشابہات سے کہنا وجہِ صحت رکھتا ہے، واقعی نہ ربّ العزت جل وعلا نہ اس کے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے نُور سے نورِ مطہر سیدِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیونکر بنایا، نہ بے بتائے اس کی پُوری حقیقت ہمیں خود معلوم ہوسکتی ہے اور یہی معنٰی متشابہات ہیں۔

بکر نے جو کہا وہ دفعِ خیال ضلال عمرو کے لئے کافی ہے، شمع سے شمع روشن ہوجاتی ہے بے اس کے کہ اُس شمع سے کوئی حصہ جُدا ہوکر یہ شمع بنے اِس سے بہتر آفتاب اور دُھوپ کی مثال ہے کہ نورِ شمس نے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ١/ ٧١

جس پر تجلی کی وہ روشن ہوگیا اور ذاتِ شمس سے کچھ جدا نہ ہوا مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں، جو کہا جائے گا ہزاراں ہزار وجوہ پر ناقص و ناتمام ہوگا، بلاشبہہ طریق اسلم قولِ خالد ہے اور وہی مذہب ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲: پیشِ نظر رہے یہ بات کہ میں کوئی عالم و فاضل نہیں ہوں کہ بحث و مباحثہ کا خیال درمیان میں آئے، فقط دریافت کرنے کی غرض سے فدویانہ لکھتا ہوں تاکہ میرے عقیدے میں جو کچھ غلطی ہو وہ صحیح ہوجائے، مجھ کو ایسا معلوم ہے کہ تمام مخلوقات انسان کا یہ حال ہے کہ غلاظت آلودہ پیدا ہوتے ہیں مگر خدا نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان سب باتوں سے محفوظ رکھا ہے اور تمام مخلوقات پر ان کو بزرگی عنایت فرمائی ہے۔ اگر یہ بات سچی ہے تو حدیث شریف کے معنی مجھ کو یوں معلوم ہیں، ملاحظہ فرمائیے گا:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاجابر ان اللہ خلق نور نبیک من نورہ[1]۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اے جابر! بتحقیق اللہ تعالٰی نے پیدا کیا ذات نبی تیرے کو اپنے نور سے۔

مثال چراغ کی جو جناب نے فرمائی ہے اس میں مجھ کو شک ہے، چاہتا ہوں کہ شک دُور ہوجائے، مثلاً ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن کیا اور دوسرے چراغ سے اور بہت سے چراغ روشن کئے گئے، پہلے اور دوسرے میں کچھ کمی نہیں آئی، یہ آپ کا فرمانا صحیح اور بجا ہے لیکن یہ سب چراغ نام اور ذات اور روشنی میں ہم جنس ہیں یا نہیں اور یہ سب مرتبہ برابر ہونے کا رکھتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

نجاست سے آلودہ پیدا ہونے میں سب مخلوق شریک نہیں، تمام انبیاء علیہم السلام پاک و منزّہ پیدا ہوئے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی صاف ستھرے پیدا ہوئے۔ نور کے معنی فصل کے نہیں۔ مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو۔ قرآن عظیم میں نورِ الٰہی کی مثال دی کمشکوٰۃ فیہا مصباح[2] (جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ ت) کہاں چراغ اور قندیل اور کہاں نورِ ربِّ جلیل، یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع کو تھی کہ نورِ الٰہی سے نورِ نبوی پیدا ہوا تو نورِ الٰہی کا ٹکڑا جدا ہونا لازم آیا، اسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد اول اول المخلوقات المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۱، ۷۲
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵

میں اس کا ٹکڑا کٹ کر اس میں نہیں آجاتا۔ جب یہ فانی مجازی نور اپنے نور سے دوسرا نور روشن کردیتا ہے تو اس نورِ الٰہی کا کیا کہنا، نور سے نور پیدا ہونے کو نام و روشنی میں مساوات بھی ضرور نہیں، چاند کا نور آفتاب کی ضیاء سے ہے، پھر کہاں وہ اور کہاں یہ، علم ہیأت میں بتایا گیا ہے کہ اگر چودھویں رات کے کامل چاند کے برابر نوّے ہزار چاند ہوں تو روشنیِ آفتاب تک پہنچیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱: از کلکتہ ۹ گوونددچند دھرسن لین مرسلہ حکیم محمد ابراہیم صاحب بنارسی ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے نور سے پیدا ہیں یا نہیں؟ اگر اللہ کے نور سے پیدا ہیں نورِ ذاتی سے یا نورِ صفاتی سے یا دونوں سے؟ اور نور کیا چیز ہے؟ بَیّنُوا تُوجَرُوا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

جواب مسئلہ سے پہلے ایک اور مسئلہ گزارش کروں،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ[1]۔ الحدیث۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق: "تم میں سے کوئی آدمی بُرائی دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر ایسا نہ کرسکے تو اپنی زبان سے بدل دے۔ الحدیث۔ (ت)

حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکرِ کریم کے ساتھ جس طرح زبان سے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ ابدا (اے اللہ! آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام اور برکت نازل فرما۔ ت)۔ درود شریف کی جگہ فقط صؔ یا عمؔ یا صلعم یا صلعم کہنا ہرگز کافی نہیں بلکہ وہ الفاظ بے معنٰی ہیں اور فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم[2] میں داخل، کہ ظالموں نے وہ بات جس کا انہیں حکم تھا ایک اور لفظ سے بدل ڈالی فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون[3] تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔ یونہی تحریر میں القلم احد اللسانین (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱

[2] القرآن الکریم ۲/۵۹

[3]

بلکہ فتاوٰی تاتارخانیہ سے منقول کر اس میں اس پر نہایت سخت حکم فرمایا اور اسے معاذ اللہ تخفیفِ شانِ نبوت بتایا۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

یحافظ علی کتب الصلٰوۃ والسلام علی رسول اللہ ولا یسأم من تکرارہ و ان لم یکن فی الاصل ویصلی بلسانہ ایضا، ویکرہ الرمز بالصلاۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذٰلک کلہ بکمالہ، وفی بعض المواضع عن التتارخانیۃ من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف و تخفیف الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کفر بلا شك، ولعلہ ان صح النقل فھو مقید بقصدہ والا فالظاھر انہ لیس بکفر، نعم الاحتیاط فی الاحتراز عن الایھام والشبھۃ اھ مختصرًا۔[1]

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود وسلام لکھنے کی محافظت کی جائے اور اس کی تکرار سے تنگ دل نہ ہو اگرچہ اصل میں نہ ہو اور اپنی زبان سے بھی درود پڑھے۔ درود یا رضی اللہ عنہ کی طرف لکھنے میں اشارہ کرنا مکروہ ہے بلکہ پورا لکھنا چاہیے۔ تاتارخانیہ کے بعض مقامات پر ہے کہ جس نے علیہ السلام ہمزہ اور میم سے لکھا"کافر ہوگیا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء کی تخفیف بغیر کسی شک کے کفر ہے، اور یہ نقل صحیح ہے تو اس میں قصد کی قید ضرور ہوگی ورنہ بظاہر یہ کفر نہیں ہے، ہاں احتیاط ایہام اور شُبہہ سے بچنے میں ہے۔ (ت)

اس کے بعد اصل مسئلہ کا جواب بعون الملک الوہاب لیجئے۔ نُور عرفِ عام میں ایک کیفیت ہے کہ نگاہ پہلے اسے ادراک کرتی ہے اور اس کے واسطے سے دوسری اشیائے دیدنی کو۔

قال السید فی تعریفاتہ النور کیفیۃ تدرکھا الباصرۃ اولا وبواسطتھا سائر المبصرات۔[2]

علامہ سید شریف جرجانی نے فرمایا، نور ایک ایسی کیفیت ہے جس کا ادراک قوتِ باصرہ پہلے کرتی ہے پھر اس کے واسطہ سے تمام مبصرات کا ادراک کرتی ہے۔ (ت)

اور حق یہ کہ نور اس سے اجلٰی ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔

یہ جو بیان ہُوا تعریف الجلی بالخفی ہے کما نبہ علیہ فی المواقف وشرحھا (جیسا کہ مواقف اور

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار خطبۃ الکتاب المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۶

[2] التعریفات للجرجانی تحت اللفظ "النور" ۱۵۷۷ دارالکتاب العربی بیروت ص ۱۹۵

اس کی شرح میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے۔ت) نور بایں معنی ایک عرض وحادث ہے اور رب عزوجل اس سے منزہ۔ محققین کے نزدیک نور وہ کہ خود ظاہر ہو اور دوسروں کا مظہر، کما ذکرہ الامام حجۃ الاسلام الغزالی ثم العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب الشریفۃ (جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے پھر شرح مواہب شریف میں علامہ زرقانی نے ذکر فرمایا ہے۔ت) بایں معنی اللہ عزوجل نورِ حقیقی ہے بلکہ حقیقۃً وہی نور ہے اور آیہ کریمہ اللہ نور السمٰوٰت والارض[1] (اللہ تعالٰی نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ت) بلا تکلف و بلا دلیل اپنے معنی حقیقی پر ہے۔

فان اللہ عزوجل ھو الظاھر بنفسہ المظھر لغیرہ من السمٰوٰت والارض ومن فیھن وسائر المخلوقات۔

کیونکہ اللہ عزوجل بلاشبہہ خود ظاہر ہے اور اپنے غیر یعنی آسمانوں، زمینوں، ان کے اندر پائی جانیوالی تمام اشیاء اور دیگر مخلوقات کو ظاہر کرنے والا ہے۔(ت)

حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاشبہہ اللہ عزوجل کے نورِ ذاتی سے پیدا ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔ رواہ عبدالرزاق[2] ونحوہ عند البیھقی۔

اے جابر! بیشک اللہ تعالٰی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا اور بیہقی کے نزدیک اس کے ہم معنی ہے۔ت)

حدیث میں "نورہ" فرمایا جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ اسمِ ذات ہے من نور جمالہ یا نور علمہ یا نور رحمتہ (اپنے جمال کے نور سے یا اپنے علم کے نور سے یا اپنی رحمت کے نور سے۔ت) وغیرہ نہ فرمایا کہ نورِ صفات سے تخلیق ہو۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں: (من نورہ) ای من نور ھو ذاتہ[3] یعنی اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذاتِ الٰہی ہے، یعنی اپنی ذات سے بلاواسطہ پیدا فرمایا، کما سیأتی تقریرہ (جیسا کہ اس کی

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵

[2] المواھب اللدنیۃ بحوالہ عبدالرزاق المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱

[3] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ " " دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶

تقریر عنقریب آرہی ہے۔ ت) امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

لما تعلقت ارادۃ الحق تعالٰی بایجاد خلقہ ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ من الانوار الصمدیۃ فی الحضرۃ الاحدیۃ ثم سلخ منہا العوالم کلہا علوھا وسفلہا[1]

یعنی جب اللہ عزوجل نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا صمدی نوروں سے مرتبۂ ذاتِ صرف میں حقیقتِ محمدیہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا، پھر اس سے تمام عالم علوی وسفلی نکالے۔

شرحِ علامہ میں ہے:

والحضرۃ الاحدیۃ ھی اول تعینات الذات واول مراتبہا الذی لا اعتبار فیہ لغیر الذات کما ھو المشار الیہ بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اللہ ولا شیئ معہ ذکرہ الکاشی[2]

یعنی مرتبۂ احدیتِ ذات کا پہلا تعین اور پہلا مرتبہ ہے جس میں غیرِ ذات کا اصلاً لحاظ نہیں جس کی طرف نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالٰے تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا، اسے سیدی کاشی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

انبیاء مخلوق انداز اسمائے ذاتیہ حق واولیاء از اسمائے صفاتیہ وبقیہ کائنات از صفاتِ فعلیہ وسیدِ رسل مخلوق است از ذاتِ حق وظہورِ حق در وے بالذات است[3]

انبیاء اللہ کے اسماءِ ذاتیہ سے پیدا ہوئے اور اولیاء اسمائے صفاتیہ سے، بقیہ کائنات صفاتِ فعلیہ سے، اور سیدِ رسل ذاتِ حق سے، اور حق کا ظہور آپ میں بالذات ہے۔ (ت)

ہاں عین ذاتِ الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنے نہیں کہ معاذ اللہ ذاتِ الٰہی ذاتِ رسالت کیلئے مادہ ہے جیسے مٹی سے انسان پیدا ہو، یا عیاذاً باللہ ذاتِ الٰہی کا کوئی حصہ یا کُل ذاتِ نبی ہوگیا۔ اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہوجانے یا کسی شے میں حلول فرمانے سے پاک ومنزہ ہے۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم خواہ کسی شے کو جزءِ ذاتِ الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین ونفس ذاتِ الٰہی ماننا کفر ہے۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ — المقصد الاول — المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵۵

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ — " — دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۷

[3] مدارج النبوۃ — تکملہ در صفات کاملہ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۶۰۹

اس تخلیق کے اصل معنیٰ تو اللہ و رسول جانیں، جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عالم میں ذاتِ رسول کو تو کوئی پہچانتا نہیں۔ حدیث میں ہے:

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی[1] اے ابوبکر! مجھے جیسا میں حقیقت میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔

ذاتِ الٰہی سے اس کے پیدا ہونے کی حقیقت کے مفہوم ہو مگر اس میں فہمِ ظاہر بیں کا جتنا حصہ ہے وُہ یہ ہے کہ حضرت حق عزّ جلالہ، نے تمام جہان کو حضور پُر نور محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمایا، حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

لولاک لما خلقت الدنیا[2] اگر آپ نہ ہوتے تو میں دُنیا کو نہ بناتا۔ (ت)

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوا:

لولا محمد ماخلقتک ولا ارضا ولاسماء[3] اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھیں بناتا نہ زمین نہ آسمان کو۔ (ت)

تو سارا جہان ذاتِ الٰہی سے بواسطۂ حضور صاحبِ لولاک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیدا ہوا یعنی حضور کے واسطے حضور کے صدقے حضور کے طفیل میں۔

لا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استفاض الوجود من حضرۃ العزۃ ثم ھو افاض الوجود علٰی سائر البریۃ کما تزعم کفرۃ الفلاسفۃ من توسیط العقول، تعالٰی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا ھل من خالق غیر اللہ۔

یہ بات نہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ سے وجود حاصل کیا پھر باقی مخلوق کو آپ نے وجود دیا جیسے فلاسفہ کافر گمان کرتے ہیں کہ عقول کے واسطے دوسری چیزیں پیدا ہوتی ہیں، اللہ تعالٰی ان ظالموں کے اس قول سے بلند و بالا ہے، کیا اللہ تعالٰی کے علاوہ بھی کوئی خالق ہوسکتا ہے (ت)

---

[1] مطالع المسرات مکتبۂ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۲۹

[2] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۷

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۰

مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبۂ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۴

بخلاف ہمارے حضور عین النور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں، اپنے رب کے سوا کسی کے واسطے نہیں تو وُہ ذاتِ الٰہی سے بلاواسطہ پیدا ہیں۔ زرقانی شریف میں ہے:

ای من نورھو ذاتہ لابمعنی انہا مادۃ خلق نورہ منہا بل بمعنی تعلق الارادۃ بہ بلاواسطۃ شیئ فی وجودہ[1]

یعنی اس نور سے جو اللہ کی ذات ہے، یہ مقصد نہیں کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے آپ کا نور پیدا ہوا بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کا ارادہ آپ کے نور سے بلاکسی واسطہ فی الوجود کے متعلق ہوا۔ (ت)

یا زیادہ سے زیادہ بغرضِ توضیح ایک کمال ناقص مثال یُوں خیال کیجئے کہ آفتاب نے ایک عظیم وجمیل وجلیل آئینہ پر تجلی کی، آئینہ چمک اٹھا اور اس کے نُور سے اور آئینے اور پانیوں کے چشمے اور ہوائیں اور سائے روشن ہُوئے آئینوں اور چشموں میں صرف ظہور نہیں بلکہ اپنی اپنی استعداد کے لائق شعاع بھی پیدا ہوئی کہ اور چیز کو روشن کرسکے کچھ دیواروں پر دُھوپ پڑی، یہ کیفیتِ نُور سے متکیف ہیں اگرچہ اور کو روشن نہ کریں جن تک دھوپ بھی نہ پہنچی، وُہ ہوائے متوسط نے ظاہر کیں جیسے دن میں مسقف دالان کی اندرونی دیواریں ان کا حصہ صرف اسی قدر ہُوا، کیفیتِ نور سے بہرہ نہ پایا، پہلا آئینہ خود ذاتِ آفتاب سے بلاواسطہ روشن ہے اور باقی آئینے چشمے اس کے واسطے سے اور دیواریں وغیرہا واسطہ در واسطہ پھر جس طرح وہ نُور کہ آئینہ اول پر پڑا بالعینہٖ آفتاب کا نور ہے بغیر اس کے آفتاب خود یا اُس کا کوئی حصّہ آئینہ ہوگیا ہو یُونہی باقی آئینے اور چشمے کہ اِس آئینے سے روشن ہُوئے اور دیوار وغیرہ اشیاء پر اُن کی دھوپ پڑی یا صرف ظاہر ہوئیں، ان سب پر بھی یقیناً آفتاب ہی کا نور اور اُسی سے ظہور ہے، آئینے اور چشمے فقط واسطۂ وصول ہیں، اُن کی حدِّ ذات میں دیکھو تو یہ خود نُور تو نور، ظہور سے بھی حصّہ نہیں رکھتے ؎

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ ہے جس کی تابش سے تُو جہاں دیکھتا ہے انجمن بنائے ہوئے ہیں)

یہ نظیر محض ایک طرح کی تقریب فہم کے لئے ہے جس طرح ارشاد ہوا، مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح[2] (اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ ت) ورنہ کجا چراغ اور کجا وُہ نورِ حقیقی، و للہ المثل الاعلٰی[3] (اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے۔ ت)۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفت بیروت ۱/ ۴۶
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵ [3] القرآن الکریم ۱۶/ ۶۰

توضیح صرف ان دو باتوں کی منظور ہے ایک یہ کہ دیکھو آفتاب سے تمام اشیاء منور ہوئیں بیلا اسکے آفتاب خود آئینہ ہوگیا یا اُس میں سے کچھ جدا ہو کر آئینہ بنا، دوسرے یہ کہ ایک آئینہ نفسِ ذاتِ آفتاب سے بلا واسطہ روشن ہے باقی بوسائط، ورنہ حاشا کہاں مثال اور کہاں وہ بارگاہِ جلال۔ باقی اشیاء سے کو مثال میں بالواسطہ منور مانیں آفتاب حجاب میں ہے اور اللہ عزوجل ظاہر فرق کل ظاہر ہے، آفتاب ان اشیاء تک اپنے وصولِ نور میں وسائط کا محتاج ہے اور اللہ عزوجل احتیاج سے پاک، غرض کسی بات میں نہ تطبیق مراد نہ ہرگز ممکن، حتی کہ نفسِ وساطت بھی یکساں نہیں، کما لایخفٰی وقد اشرنا الیہ (جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور ہم نے اس کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ ت)

سیدی ابوسالم عبداللہ عیاشی، ہم استاذ علامہ محمد زرقانی تلمیذ علامہ ابوالحسن شبراملسی اپنی کتاب "الرحلہ" پھر سیدی علامہ عشماوی رحمہم اللہ تعالٰی جمیعا "شرح صلاۃ" حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

انما یدرکہ علٰی حقیقتہ من عرف معنی قولہ تعالٰی اللہ نور السمٰوٰت والارض وتحقیق ذٰلک علٰی ماینبغی لیس مما یدرک ببضاعۃ العقول ولا مما تسلط علیہ الاوہام وانما یدرک بکشف الٰہی واشراق حقہ من اشعۃ ذٰلک النور فی قلب العبد فیدرک نور اللہ بنورہٖ واقرب تقریب یعطی القرب من فہم۔ معنی الحدیث انہ لما کان النور المحمدی اول الانوار الحادثۃ التی تجلی بہا النور القدیم الازلی وھو اول التعینات للوجود المطلق الحقانی وھو مدد کل نور کائن اویکون وکما اشرق النور الاول فی حقیقتہ فتنورت بحیث صارت ھو نور اشرق نورہ المحمدی علٰی حقائق الموجودات شیئا

اس کا ادراک حقیقۃً وہی شخص کرسکتا ہے جو اللہ تعالٰی کے ارشاد اللہ نور السمٰوٰت والارض کا معنی جانتا ہے کیونکہ وہم اور عقل کے ذرائع اس کا حقیقی ادراک نہیں کرسکتے، اس کو تو صرف بندے کے دل میں اس نور کو اللہ تعالٰی کی عطا کردہ شعاؤں سے ہی سمجھا جاسکتا ہے، پس "نور اللہ" کو اس نور ہی کے ذریعہ سے سمجھا جاسکتا ہے۔

حدیث کے معنے کو سمجھنے کے لئے قریب ترین یہ ہے کہ نورِ محمدی جب قدیم اور ازلی نور کی پہلی تجلی ہے تو کائنات میں بھی اللہ تعالٰی کے وجود کا وہی سب سے پہلا مظہر ہے اور وجود میں آنے والے تمام نوروں کی اصل قوت ہے۔ جب یہ نورِ اول چمکا اور منور ہوا تو اس نورِ محمدی نے تمام موجودات پر درجہ بدرجہ اپنی چمک ڈالی تو بلاواسطہ یا واسطوں کی کمی بیشی کے اعتبار سے ہر چیز اپنی استعداد کے

فشیئا فہی تستمد منہ علیٰ قدر تنورھا بحسب کثرۃ الوسائط وقلتہا وعدمہا وکلما اشرق نورہ علیٰ نوع من انواع الحقائق ظہر النور فی مظہر الاقسام فقد کان النور الحادث اولا شیئا واحدا ثم اشرق فی حقیقۃ اخریٰ فاستنارت بنورہ تنورا کاملا بحسب ما تقتضیہ حقیقتہا فحصل فی الوجود الحادث نوران مفیض ومفاض وفی نفس الامر لیس ھناک الا نور واحد اشرق فی قابل الاستنارۃ یتنور بتعددات المظاھر والظاھر واحد ثم کذلک کلما اشرق فی محل ظہر بصورۃ الانقسام وقد یشرق نور المفاض علیہ ایضا بحسب قوتہ علیٰ قوابل اخر فتنور بنورہ فیحصل انقسام اخر بحسب المظاھر وکلہا راجعۃ الی النور الاول الحادث اما بواسطۃ او بدونہا۔

قال وھذا غایۃ ما تصل الیہ العبارۃ فی ھذا التقریر ومثل فی قصرباعہ وعدم تضلعہ من العلوم الالٰہیۃ ان زاد فی التقریر خشی علی واقرب مثال یضرب لذلک نور المصباح تصبح منہ مصابیح کثیرۃ وھو فی نفسہ باق علیٰ ما ھو علیہ لم ینقص منہ شیئ واقرب من ھذا المثال الی التحقیق وابعد عن الافہام نور الشمس المشرق فی الاھلۃ والکواکب علی

مطابق چمک اُٹھی اور تمام حقائق واقسام اس نور کی چمک سے اِس کے مظہر بن گئے، یُوں وجود میں آنے والا پہلا نور ایک تھا لیکن اس کی چمک سے دوسرے حقائق بھی اپنی حقیقت کے مطابق اس نور سے منور ہوتے چلے گئے اور کائنات میں نور در نور بن گئے جبکہ وجود میں نور کی صرف دو ہی قسمیں ہیں، ایک فیض دینے والا اور دوسرا فیض پانے والا، حالانکہ نفس الامری حقیقت میں یہ دونوں نور ایک ہی ہیں، یہ ایک حقیقی نور ہی قابل اشیاء میں چمک پیدا کرکے متعدد مظاہر میں ہوتا ہے اور تمام اقسام میں ہر قسم کی صورت میں چمکتا ہے اسی طرح فیض یافتہ نور بھی اپنی استعداد کے مطابق دوسری قابل اشیاء میں چمک پیدا کرکے ان کو منور کرتا ہے جس سے مزید مظاہرات کی اقسام حاصل ہوتی ہیں جبکہ یہ تمام انوار بالواسطہ یا بلاواسطہ سب سے پہلے نور سے ہی مستفیض ہیں۔

اس تقریر کے لئے یہ انتہائی محتاط عبارت ہے جو علوم الٰہیہ کے موافق ہے، اس سے زائد عبارت خطرناک ہوسکتی ہے۔ اس تقریر کی مناسب مثال وُہ چراغ ہے جس سے بے شمار چراغ روشن ہوئے، اس کے باوجود وہ اپنی اصل حالت پر باقی ہے اور اس کے نور میں کوئی کمی واقع نہیں ہُوئی، مزید واضح مثال سورج ہے جس سے تمام سیارے روشن ہیں جن کا اپنا کوئی نور نہیں ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا نور اُن ستاروں میں منقسم ہوگیا ہے

القول بان الکل مستنیر بنورہ ولیس لہا نور من ذاتہا فقد یقال بحسب النظر الاول ان نور الشمس منقسم فی ھذہ الاجرام العلویۃ وفی الحقیقۃ لیس ھذا الا نورھا وھو قائم بہا لم ینقص منہ شیئ ولم یزایلہا منہ شیئ ولکنہ اشرق فی اجرام قابلۃ الاستنارۃ فاستنارت۔

جبکہ فی الواقع ان سیاروں میں سورج ہی کا نور ہے جو سورج سے نہ تو جُدا ہوا اور نہ ہی کم ہوا، سیارے تو صرف اپنی قابلیت کی بنا پر چمکے اور سورج کی روشنی سے منوّر ہوئے۔

واقرب من ھذا للفھم ما یحصل فی الاجرام السفلیۃ من اشراق اشعۃ الشمس علی الماء او قواریر الزجاج فیستنیر ما یقابلہا من الجدران بحیث یلمح فیہا نور کنور الشمس مشرق باشراقہ ولم ینفصل شیئ من نور الشمس عن محلہ الی ذلک المحل ومن کشف اللہ حجاب الغفلۃ عن قلبہ واشرقت الانوار المحمدیۃ علی قلبہ یصدق اتباعہ لہ ادرک الامر ادراکا اخر لایحتمل شکا ولا وھما۔

مزید سمجھ کے لئے پانی اور شیشے پر پڑنے والی سورج کی شعاعوں کو دیکھا جائے جن کا عکس پانی یا شیشے کے بالمقابل دیوار پر پڑتا ہے جس سے دیوار روشن ہو جاتی ہے، دیوار پر یہ روشنی سورج ہی کا نور ہے جو بالواسطہ دیوار پر پڑا کیونکہ براہِ راست دیوار پر سورج کا نور نہیں پڑا اور نہ ہی یہ نور سُورج سے جُدا ہوا، اس کے باوجود یہ نور سورج کا ہی ہے، جب اللہ تعالٰی کسی کے قلب کو حجابِ غفلت سے پاک کرتا ہے اور وہ دل انوارِ محمدیہ سے منوّر ہوتا ہے تو پھر اس کا ادراک ایسا کامل ہوتا ہے کہ اس میں شک اور وہم کا احتمال نہیں ہوتا۔

نسأل اللہ تعالٰی ان ینور بنور العلم الالٰھی بصائرنا ویحجب عن ظلمات الجھل سرائرنا ویغفر لنا ما اجترأنا علیہ من الخوض فیما لسنا لہ باھل ونسألہ ان لایؤاخذنا بما تقتضیہ

اللہ تعالٰی سے دُعا ہے کہ وہ ہماری بصیرت کو اپنے علم کے نور سے منور فرمائے اور ہمارے باطن کو جہالت کے اندھیروں سے محفوظ فرمائے، اور جن امور میں ہم غور کرنے کے اہل نہیں ان پر ہماری جسارت کو معاف فرمائے اور اس جناب

العبارة من تقصیر فی حق ذٰلك الجناب[1] اھ مختصرًا۔

میں ہماری عبارت کی کوتاہیوں پر مواخذہ نہ فرمائے، آمین! اھ مختصراً (ت)

اِس تقریرِ منیر سے مقاصدِ مذکورہ کے سوا چند فائدے اور حاصل ہوئے:

اوّلاً یہی روشن ہوگیا کہ تمام عالم نورِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیونکر بنا۔ بے اس کے کہ نورِ حضور تقسیم ہوا یا اس کا کوئی حصّہ این و آں بنا ہو۔ اور یہ کہ وہ جو حدیث میں ارشاد ہوا کہ پھر اس نور کے چار حصّے کئے، تین سے قلم و لوح و عرش بنائے، چوتھے کے پھر چار حصّے کئے الٰی آخرہٖ، یہ اس کی شعاعوں کا انقسام جیسے ہزار آئینوں میں آفتاب کا نور چمکے تو وہ ہزار حصوں پر منقسم نظر آئے گا حالانکہ آفتاب منقسم نہ ہوا نہ اس کا کوئی حصّہ آئینوں میں آیا۔

واندفع ما استشکلہ العلامۃ الشبراملسی ان الحقیقۃ الواحدۃ لا تنقسم و لیست الحقیقۃ المحمدیۃ الا واحدۃ من تلك الاقسام والباقی ان کان منہا ایضا فقد انقسمت وان کان غیرھا فما معنی الاقسام وحاول الجواب وتبعہ فیہ تلمیذہ العلامۃ الزرقانی بان المعنی انہ زادفیہ" لا انہ قسم ذٰلك النور الذی ھو نور المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ الظاھر انہ حیث صورہ بصورۃ مماثلۃ لصورۃ التی سیصیر علیہا لا یقسمہ الیہ والٰی غیرہٖ[2] اھ۔

اس (مذکورہ بالا تقریر سے) علامہ شبراملسی کا اعتراض ختم ہوا (اعتراض) حقیقتِ واحدہ تقسیم نہیں ہوتی کیونکہ حقیقتِ محمدیہ اُن اقسام میں ایک قسم ہے اور اگر باقی اقسام اسی (حقیقت) سے ہیں تو یہ حقیقت تقسیم ہوگئی اور اگر باقی چیزیں اس حقیقت کی غیر ہیں تو انقسام کا کیا مطلب، پھر انہوں (علامہ شبراملسی) نے خود ہی جواب دیا اور علامہ زرقانی شاگردِ رشید علامہ شبراملسی نے ان کی اتباع کی۔ (جواب) حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اِس میں اضافہ کیا نہ کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور کو تقسیم کیا کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ نے ان کو ایک ایسی صورتِ مثالی عطا کی جس پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تخلیق ہونی تھی تو اسے تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

وحاصل جوابہ کما قررہ تلمیذہ

ان کے جواب کا خلاصہ جسے ان کے شاگرد

---

[1] الرحلۃ لعلی بن علی الشبراملسی

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۶

العیاشی وان معنی الانقسام زیادة نور علٰی ذلك النور المحمدی فیؤخذ ذلك الزائد ثم یزاد علیه نور اٰخر ثم کذلك الٰی اٰخر الاقسام، قال العیاشی وهذا جواب مقنع بحسب الظاهر والتحقیق والله تعالٰی اعلم وراء ذلك اھ[1] ثم ذکر ما نقلنا عنه اٰنفا واٰیتنی کتبت علٰی هامش الزرقانی مانصه۔

علامہ عیاشی نے بیان کیا ہے کہ انقسام کا معنٰی نورِ محمدی پر اضافے کے ہیں، پھر اس زائد کو لے لیا اس پر ایک دُوسرے نور کا اضافہ کیا۔ اسی طرح آخری تقسیم تک سلسلہ جاری رہا۔ عیاشی نے کہا کہ ظاہر کے لحاظ سے یہ جواب کافی ہے اور تحقیق اس کے علاوہ اللہ جانتا ہے اھ۔ پھر اس نے وہی ذکر کیا جو ابھی ہم نے اس سے نقل کیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے زرقانی پر حاشیہ لکھا جس کی نص یہ ہے۔

اقول تبع فیه شیخه الشبراملسی الحق انه لامعنی له فانه اذن لایکون التخلیق من نوره صلی الله تعالٰی علیه وسلم وهو خلاف المنصوص والمراد اھ[2]۔

اقول (میں (احمد رضا خاں) کہتا ہوں) کہ اس (عیاشی) نے اس مسئلہ میں اپنے شیخ شبراملسی کی پیروی کی لیکن حق یہ ہے کہ یہ ایک بے معنٰی بات ہے کیونکہ اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے تخلیق نہ ہوگی، یہ نص اور مراد کے خلاف ہے۔

اقول ویمکن الجواب بان المراد انه تعالٰی کساه شعاعا اکثرهما کان ثم فصل من شعاعه شیئا فقسمه کما تأخذه الملئکة شیئا من الاشعة المحیطة بالکواکب فترمی به مسترقی السمع و یقال بذلك ان النجوم لها رجوم ولکن منح المولٰی تعالٰی من ذلك

اقول (میں کہتا ہوں) اس کا جواب یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ نے آپ کے نور کو پہلی شعاع سے زائد شعاع عطا کی پھر اس سے کچھ جُدا کیا، پھر اس کی تقسیم کی جیسے فرشتے ان شعاعوں میں سے جو ستاروں کو محیط ہیں، لے کر چھُپ کر سننے والے شیطانوں کو مارتے ہیں اس لئے کہا جاتا ہے نجوم کے لئے رجوم ہے۔ اس روشن تقریر سے مولٰی تعالٰی

---

[1]

[2] حاشیۃ امام احمد رضا علٰی شرح الزرقانی

التقریر المنیر ما اغنی عن کل تکلف و ﷲ الحمد وقد کان منح للعبد الضعیف ثم رأیت فی شرح العشماوی جزاہ اللہ تعالٰی عنہ وعن المسلمین خیرًا کثیرًا اٰمین!

نے ہر تکلف سے بے نیازی عطا فرمائی۔ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے یہ تقریر اس عبدِ ضعیف کو القاء فرمائی پھر میں نے اس کو عشماوی کی شرح میں دیکھا۔ اللہ تعالٰی میری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے انکو بہت زیادہ جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ (ت)

ثانیًا اقول یہ شبہہ بھی دفع ہوگیا کہ خلق میں کفار و مشرکین بھی ہیں، وہ محض ظلمت ہیں تو نورِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے کیونکر بنے اور بُرے نجس ہیں تو اس نورِ پاک سے کیونکر مخلوق مانے گئے۔ وجہ اندفاع ہماری تقریر سے روشن، ظلمت ہو یا نور، جس نے خلعتِ وجود پایا ہے اس کے لئے تجلی آفتابِ وجود سے ضرور حصّہ ہے اگرچہ نور نہ ہو صرف ظہور ہو کما تقدم (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) اور شعاعِ شمس ہر پاک و ناپاک جگہ پڑتی ہے وہ جگہ فی نفسہٖ پاک ہے اس سے دھوپ ناپاک نہیں ہوسکتی۔

ثالثًا اقول یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جس طرح مرتبۂ وجود میں صرف ایک ذات حق ہے باقی سب اُسی کے پرتوِ وجود سے موجود، یونہی مرتبۂ ایجاد میں صرف ایک ذاتِ مصطفٰے ہے باقی سب پر اسی کے عکس کا فیضانِ وجود، مرتبۂ کون میں نورِ احدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے اور مرتبۂ تکوین میں نورِ احمدی آفتاب ہے اور سارا جہان اس کے آئینے، و فی ھٰذا اقول (اور اسی سلسلہ میں میں کہتا ہوں): ؎

خالق کل الورٰی ربک لا غیرہ　　نورک کل الورٰی غیرک لم لیس لن

ای لم یوجد ولیس موجودا ولن یوجد ابدا[1]

(کل مخلوق کا پیدا کرنے والا آپ کا رب ہی ہے، آپ ہی کا نور کل مخلوق ہے اور آپ کا غیر کچھ بھی نہ تھا، نہ ہے، نہ ہوگا۔ ت)

رابعًا اقول نورِ اَحَدی تو نورِ اَحَدی، نورِ احمدی پر بھی یہ مثالِ منیر مثالِ چراغ سے احسن و اکمل ہے، ایک چراغ سے بھی اگرچہ ہزاروں چراغ روشن ہوسکتے ہیں بے اس کے کہ اِن چراغوں میں اس کا کوئی حصہ آئے مگر دوسرے چراغ صرف حصولِ نور میں اسی چراغ کے محتاج ہوئے، بقا میں

---

[1] بستان الغفران　　مجمع بحوث الامام احمد رضا کراچی　　ص ۲۲۳

اس سے مستغنی ہیں، اگر انھیں روشن کرکے پہلے چراغ کو ٹھنڈا کر دیجئے ان کی روشنی میں فرق نہ آئے گا نہ روشن ہونے کے بعد اُن کو اس سے کوئی مدد پہنچ رہی ہے مع ہذا کسبِ نور کے بعد اُن میں اور اس چراغِ اول میں کچھ فرق نہیں رہتا سب یکساں معلوم ہوتے ہیں بخلاف نورِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ عالم جس طرح اپنی ابتدائے وجود میں اس کا محتاج تھا کہ وُہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا یونہی ہر شے اپنی بقا میں اس کی دست نگر ہے، آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہوجائے ؎

وُہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وُہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے[1]

نیز جس طرح ابتدائے وجود میں تمام جہان اس سے مستفیض ہوا بعد وجود بھی ہر آن اُسی کی مدد سے بہرہ یاب ہے پھر تمام جہان میں کوئی اس کے مساوی نہیں ہوسکتا۔ یہ تینوں باتیں مثالِ آفتاب سے روشن ہیں، آئینے اس سے روشن ہوئے اور جب تک روشن ہیں اسی کی مدد پہنچ رہی ہے اور آفتاب سے علاقہ چھوٹتے ہی فوراً اندھیرے ہیں پھر کتنے ہی چمکیں سورج کی برابری نہیں پاتے۔ یہی حال ایک ذرّہ عالم عرش وفرش اور جو کچھ اُن میں ہے اور دُنیا و آخرت اور اُن کے اہل اور انس وجن و ملک و شمس و قمر و جملہ انوار ظاہر و باطن حتی کہ شموسِ رسالت علیہم الصلوۃ والتحیۃ کا ہمارے آفتاب جہاں تاب عالم مآب علیہ الصلوۃ والسلام من الملک الوہاب کے ساتھ ہے کہ ہر ایک ایجاد و امداد و ابتداء و بقاء میں ہر حال، ہر آن اُن کا دست نگر، اُن کا محتاج ہے وللہ الحمد (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ت) ؎

امام اجل محمد بوصیری قدس سرہٗ ام القرٰی میں عرض کرتے ہیں: ؎

کیف ترقی رقیّک الانبیاء ... یا سماء ما طاولتہا سماءُ
لم یساووک فی علاک وقد حا ... ل سنا منک دونہم وسناءُ
انما مثلوا صفاتک للنا ... س کما مثل النجوم الماءُ[2]

(یعنی انبیاء حضور کی سی ترقی کیونکر کریں، اے وہ آسمانِ رفعت جس سے کسی آسمان نے بلندی میں مقابلہ نہ کیا، انبیاء حضور کے کمالاتِ عالیہ میں حضور کے ہمسر نہ ہوئے، حضور کی جھلک اور بلندی نے ان کو حضور تک پہنچنے سے روک دیا، وہ تو حضور کی صفتوں کی

---

[1] حدائق بخشش — مکتبہ رضویہ کراچی — حصہ دوم — ص ۷۹
[2] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی — الفصل الاول — حزب القادریہ لاہور — ص ۶

ایک تشبیہ لوگوں کو دکھاتے ہیں جیسے ستاروں کا عکس پانی دکھاتا ہے)

یہ وہی تشبیہ وتقریر ہے جو ہم نے ذکر کی، وہاں ذاتِ کریم واِفاضہ اَنوار کا ذکر تھا لہذا آفتاب سے تمثیل دی، یہاں صفاتِ کریمہ کا بیان ہے لہذا ستاروں سے تشبیہ مناسب ہوئی۔

مطالع المسرات میں ہے:

اسمه صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم محی حیٰوة جمیع الکون به صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فهو روحه وحیٰوته و سبب وجوده وبقائه[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک محیی ہے، زندہ فرمانے والے، اس لئے کہ سارے جہان کی زندگی حضور سے ہے تو حضور تمام عالم کی جان و زندگی اور اس کے وجود و بقا کے سبب ہیں۔

اُسی میں ہے:

هو صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم روح الاکوان وحیاتها و سر وجودها ولولاه لذهبت وتلاشت کما قال سیدی عبدالسلام رضی اللّٰہ تعالٰی عنه ونفعنا به ولا شیئ الا هو به منوط اذ لولا الواسطة لذهب کما قیل الموسوط[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام عالم کی جان و حیات و سببِ وجود ہیں حضور نہ ہوں تو عالم نیست و نابود ہو جائے کہ حضرت سیدی عبدالسلام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ عالم میں کوئی ایسا نہیں جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ نہ ہو، اس لئے کہ واسطہ نہ رہے تو جو اُس کے واسطہ سے تھا آپ ہی فنا ہو جائے۔

ہمزیہ شریف میں ارشاد فرمایا:

کل فضل فی العلمین فمن فضل النبی استعارة الفضلاء[3]

(جہان والوں میں جو خوبی جس کسی میں ہے وہ اُس نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضل سے مانگے کرلی ہے)

---

[1] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹۹

[2] " " " ۲۶۳

[3] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل السادس حزب القادریۃ لاہور ص ۱۹

امام ابن حجر مکی افضل القرٰی میں فرماتے ہیں :

لانہ الممد لھم اذھو الوارث للحضرۃ الالٰھیۃ والمستمد منھا بلا واسطۃ دون غیرہ فانہ لایستمد منھا الا بواسطتہ فلا یصل لکامل منھا شیئ الا وھو من بعض مددہ وعلٰی یدیہ[1]

تمام جہان کی امداد کرنے والے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اس لئے کہ حضور ہی بارگاہِ الٰہی کے وارث ہیں بلاواسطہ خدا سے حضور ہی مدد لیتے ہیں اور تمام عالم مددِ الٰہی حضور کی وساطت سے لیتا ہے تو جس کامل کو جو خوبی ملی وہ حضور ہی کی مدد اور حضور ہی کے ہاتھ سے ملی۔

شرح سیدی عشماوی میں ہے :

نعمتان ماخلا موجود عنھما نعمۃ الایجاد ونعمۃ الامداد وھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الواسطۃ فیھما اذ لولا سبقۃ وجودہ ما وجد موجود ولولا وجود نورہ فی ضمائر الکون لتھدمت دعائم الوجود فھو الذی وجد اولا ولہ تبع الوجود وصار مرتبطا بہ لا استغناء لہ عنہ[2]

کوئی موجود، دو نعمتوں سے خالی نہیں، نعمتِ ایجاد و نعمتِ امداد۔ اور اِن دونوں میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی واسطہ ہیں کہ حضور پہلے موجود نہ ہوتے تو کوئی چیز وجود نہ پاتی اور عالم کے اندر حضور کا نور موجود نہ ہو تو وجود کے ستون ڈھے جائیں تو حضور ہی پہلے موجود ہوئے اور تمام جہان حضور کا طفیلی اور حضور سے وابستہ ہوا جسے کسی طرح حضور سے بے نیازی نہیں۔

اِن مضامین جلیلہ پر بکثرت ائمہ وعلماء کے نصوصِ جلیلہ فقیر کے رسالہ "سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" میں ہیں، وللہ الحمد۔

خامساً ہماری تقریر سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضور خود نور ہیں تو حدیثِ مذکور میں نور نبیک کی اضافت بھی من نورہ کی طرح بیانیہ ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اظہارِ نعمتِ الٰہیہ کے لئے عرض کی واجعلنی نورًا[3] (اور اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔ ت) اور خود رب العزۃ

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی (شرح ام القرٰی)

[2] شرح مقدمۃ العشماوی

[3] الخصائص الکبرٰی باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۶۸

عزجلالہٗ نے قرآنِ عظیم میں اُن کو نور فرمایا :

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین۔[1] بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (ت)

پھر حضور کے نور ہونے میں کیا شُبہہ رہا۔

اقول اگر نور نبیک میں اضافتِ بیانیہ نہ لو بلکہ نور سے وہی معنی مشہور یعنی روشنی کہ عرض و کیفیت ہے مراد لو تو سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اول مخلوق نہ ہوئے بلکہ ایک عرض وصفت، پھر وجودِ موصوف سے پہلے صفت کا وجود کیونکر ممکن؛ لاجرم حضور ہی خود وہ نور ہیں کہ سب سے پہلے مخلوق ہوا۔

فلاحاجۃ الٰی ما قال العلامۃ الزرقانی رحمہ اللہ من انہ لایشکل بان النور عرض لایقوم بذاتہ لان ھذا من خرق العوائد اھ[2] ورأیتنی کتبت علیہ لم لایقال فیہ کما ستقولون فی قرینہ من نورہ ان الاضافۃ بیانیۃ اھ[3]

تو اب علامہ زرقانی کے اِس قول کی حاجت نہ رہی اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نور عرض ہے، قائم بذاتہٖ نہیں ہے کیونکہ یہ خرقِ عادت ہے۔ میں نے اس پر لکھا کہ یہ اعتراض کیوں نہ کیا جائے کہ آپ من نورہٖ میں اضافتِ بیانیہ نہیں مانتے۔

اقول خرق العوائد لاکلام فیہ والقدرۃ متسعۃ ولکن وجود الصفۃ بدون الموصوف مما لایعقل لانہا ان قامت بغیرہ لم تکن صفۃ لہ بل لغیرہ او بنفسہا لم تکن صفۃ اصلا اذ لاصفۃ الا المعنی القائم بغیرہ فاذا

اقول (میں احمد رضا خاں) کہتا ہوں کہ خرقِ عادت میں تو کوئی کلام نہیں اور خدا کی قدرت بہت وسیع ہے لیکن صفت کا وجود بغیر موصوف کے سمجھ میں نہیں آسکتا (کیونکہ ایسی صفت کی دو ہی صورتیں ہیں) موصوف کے غیر کے ساتھ قائم ہو تو موصوف کی صفت نہ ہوگی بلکہ غیر کی ہوگی اور اگر قائم بنفسہا ہو تو صفت ہی نہ ہوگی

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۵

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶

[3]

قام بنفسه لم يكن صفة وعرضا بل جوهرا وكونه عرضا مع قيامه بنفسه جمع للضدين و القدرة تعالية عن التعلق بالمحالات العقلية و وزن الاعمال بمعنی وزن الصحف و البطاقات كما في حديث احمد و الترمذي وابن ماجة وابن حبان و الحاكم وصححه وابن مردوية و اللالكائي و البيهقي في البعث عن عبد الله بن عمرو ابن عاص رضي الله تعالی عنهما قال قال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم ان الله سيخلص رجلا من امتي علی رأس الخلائق يوم القيمة فينشر عليه تسعة وتسعين سجلا كل سجل مثل مد البصر ثم يقول اتنكر من هذا شيئا اظلمك كتبتي الحافظون فيقول لا يارب، فيقول افلك عذر، قال لا يارب ـ فيقول بلی ان لك عندنا حسنة وانه لا ظلم عليك اليوم فتخرج بطاقة فيها اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده ورسوله فيقول احضر وزنك۔ فيقول يارب ماهذه البطاقة مع هذه السجلات، فيقول انك لا تظلم۔ قال فتوضع السجلات في

کیونکہ صفت کہتے ہی اسے ہیں جو غیر کے ساتھ قائم ہو، جب وہ قائم بنفسہا ہو تو وہ نہ صفت ہوئی اور نہ ہی عرض بلکہ جوہر ہوئی اور یہ (کہنا) کہ عرض اور قائم بنفسہ بھی ہے تو یہ اجتماعِ ضدّین لازم آتا ہے (اور اجتماعِ ضدّین باطل ہے) اور قدرتِ الٰہیہ محالاتِ عقلیہ سے متعلق نہیں ہوتی وزن اعمال (جو کہا جاتا ہے) بایں معنٰی ہے کہ کاغذ اور صحیفے تولے جائیں گے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے جسے احمد، ترمذی، ابنِ حبان، حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن مردویہ امام لالکائی اور بیہقی نے قیامت کی بحث میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی میری امت میں سے ایک شخص کو چُن لے گا، پھر اس کے سامنے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے اور ہر رجسٹر حدِ نگاہ تک ہوگا، پھر اُسے کہا جائے گا تو اس سے انکار کرتا ہے یا میرے فرشتوں (کراماً کاتبین) نے تم پر ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! نہیں۔ اللہ فرمائے گا، کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ بندہ کہے گا: نہیں۔ اللہ فرمائے گا، ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر ایک کاغذ نکالا جائے گا جس پر کلمۂ شہادت لکھا ہوگا۔ اللہ فرمائے گا: جا اِس کا وزن کرا۔ بندہ عرض کرے گا کہ ان رجسٹروں کے سامنے اس کاغذ کی کیا حیثیت ہے۔ اللہ فرمائیگا تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

کفۃ والبطاقۃ فی کفۃ فطاشت السجلات وثقلت البطاقۃ فلا یثقل مع اسم اللہ شیئ[1]

فرماتے ہیں کہ پھر ایک پلڑے میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے میں وہ کاغذ (جس پر کلمہ شریف لکھا ہوگا) چنانچہ رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہوگا اور کاغذ کا بھاری، اور اللہ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔ (ت)

بالجملہ حاصلِ حدیث شریف یہ ٹھہرا کہ اللہ تعالٰی نے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات پاک کو اپنی ذاتِ کریم سے پیدا کیا یعنی عین ذات کی تجلّی بلاواسطہ ہمارے حضور ہیں باقی سب ہمارے حضور کے نور و ظہور ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وبارك وکرم۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: از کلکتہ، مچھوا بازار، اسٹریٹ نمبر ۲۱، متصل چولیا مسجد، مرسلہ حکیم اظہر علی صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

بحضورِ اقدس جناب مولانا مدظلہ العالی! یہ اشتہار ترسیلِ خدمت ہے، اگر صحیح ہو تو اس پر صادر کردیا جائے۔ والا جواب مفصل ترقیم فرمائیں والادب۔ اظہر علی عفی عنہ

نقل اشتہار

ربِّ زدنی علما (اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔ ت) نور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اللہ تعالٰی کا ذاتی نور یعنی جزءِ ذات یا عین ذات کا ٹکڑا نہیں بلکہ پیدا کیا ہوا، نور مخلوق ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی من یموت وھو یشھد الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۸
المستدرک للحاکم کتاب الایمان فضیلۃ شہادۃ لا الٰہ الا اللہ دار الفکر بیروت ۱/ ۶
موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان حدیث ۲۵۲۳ المطبعۃ السلفیۃ ص ۶۲۵
کنز العمال حدیث ۱۰۹ و ۱۴۲۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۴۴ و ۲۹۶
سُنن ابن ماجۃ ابواب الزہد باب مایرجی من رحمۃ اللہ یوم القیمۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۸
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۱۳

اوّل ماخلق اللہ نوری ، اول ماخلق اللہ القلم ، اول ماخلق اللہ العقل۔ کذا فی تاریخ الخمیس[1] و سر الاسرار۔

سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرے نور کو پیدا فرمایا ، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے قلم کو پیدا فرمایا ، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے عقل کو پیدا فرمایا ، تاریخ خمیس اور سر الاسرار میں یونہی ہے ۔ (ت)

اور ذاتی نور کہنے سے نورِ رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو جُزءِ ذات یا عین ذات یا ٹکڑا ذات خدائے تعالٰے کا کہنا لازم آتا ہے ، یہ کلام کفر ہے اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ذاتی کے معنے اگر اصطلاحی لئے جائیں تو جُزءِ خدا یا عین خدا یا ٹکڑا ذاتِ خدا کا ہونا لازم آتا ہے ، یہی کلام کفر ہے اور عقائد بعض جُہال کے یہی ہیں ، اِس سبب سے نورِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو نور ذاتی یا ذاتی نور یا اللہ تعالٰے کی ذات کا ٹکڑا نہ کہنا چاہیے ۔ اگر نورِ رسول خدا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو نورِ خدا یا نورِ مخلوقِ خدا یا نورِ ذاتِ خدا یا نورِ جمالِ خدا کہے تو کہنا جائز ہے جیسا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سرّ الاسرار میں فرمایا ہے :

لما خلق اللہ تعالٰی روح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولا من نور جمالہ۔[2]

سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے رُوحِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے نورِ جمال سے پیدا فرمایا۔ (ت)

اور حدیثِ قدسی میں آیا ہے :

خلقت روح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من نور وجھی[3] کما قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ماخلق اللہ روحی اول ماخلق اللہ نوری۔[4]

میں نے رُوحِ محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اپنی ذات کے نور سے پیدا فرمایا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میری رُوح کو پیدا فرمایا ، سب سے پہلے اللہ تعالٰے نے میرے نور کو پیدا فرمایا ۔ (ت)

کیونکہ ایک چیز کو دوسرے کی طرف اضافت کرنے سے جُزء اُس کا یا عین اس کا لازم نہیں آتا ہے کیونکہ

---

[1] تاریخ الخمیس مطلب اول المخلوقات مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۱۹
مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان تحت الحدیث ۹۴ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۹۱

[2]

[3]

[4] تاریخ الخمیس مطلب اول المخلوقات مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۱۹

مضاف و مضاف الیہ کے درمیان مغایرت شرط ہے۔ چنانچہ بیت اللہ و ناقۃ اللہ و نور اللہ و روح اللہ، پس ثابت ہوا کہ نورِ رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورِ مخلوقِ خدا یا نورِ ذاتِ خدا یا نورِ جمالِ خدا ہے، نورِ ذاتی یعنی اللہ تعالٰی کی ذات کا ٹکڑا و جزو عین نہیں ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

المشتہر، عبدالمہیمن قاضی علاقہ تھانہ بہو بازار وغیرہ کلکتہ

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نور بلاشبہہ اللہ عزوجل کے نورِ ذاتی یعنی عین ذاتِ الٰہی سے پیدا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے فتوے میں تصریحاتِ علمائے کرام سے محقق کیا اور اس کے معنے بھی وہیں مشرّح کر دیئے۔ حاش للہ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ نورِ رسالت یا کوئی چیز معاذاللہ ذاتِ الٰہی کا جُز یا اس کا عین و نفس ہے، ایسا اعتقاد ضرور کفر و ارتداد۔

ای ادعاء الجزئیۃ مطلقاً والعینیۃ بمعنی الاتحاد ای ھو ھو فی مرتبۃ الفرق۔ اما ان الوجود واحد والموجود واحد فی مرتبۃ الجمع والکل ظلالہ وعکوسہ فی مرتبۃ الفرق فلا موجود الا ھو فی مرتبۃ الحقیقۃ الذاتیۃ اذ لاحظ لغیرہ فی حد ذاتہ من الوجود اصلا جملۃ واحدۃ من دونہ ثنیا فحق واضح لاشک فیہ۔

یعنی جزئیت کا دعوٰی کرنا مطلقاً اور عینیت بمعنی اتحاد کا دعوٰی کرنا یعنی مرتبہ فرق میں نورِ محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم عین ذاتِ خدا ہے (کفر ہے) لیکن یہ اعتقاد کہ بے شک وجود ایک ہے اور موجود ایک ہے مرتبۂ جمع میں اور تمام موجودات مرتبۂ فرق میں اسی کے ظل اور عکس ہیں۔ چنانچہ مرتبۂ حقیقت ذاتیہ میں اس کے سوا کوئی موجود نہیں کیونکہ حد ذات میں اس کے ماسوا کسی کے لئے بغیر کسی استثنائے کے بالکل وجود سے کوئی حصہ نہیں (یہ اعتقاد) خالص حق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ (ت)

مگر نورِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا نورِ ذاتی کہنے سے نہ عینِ ذات یا جزءِ ذات ہونا لازم، نہ مسلمانوں پر بدگمانی جائز، نہ عرفِ عام علماء و عوام میں اُس سے یہ معنے مفہوم، نہ نورِ ذات کہنے کو نورِ ذاتی کہنے پر کچھ ترجیح جس سے وہ جائز اور یہ ناجائز ہو۔

اولاً ذاتی کی یہ اصطلاح کہ عینِ ذات یا جزءِ ماہیت ہو، خاص ایساغوجی کی اصطلاح ہے، علماء و عامہ کے عرفِ عام میں نہ یہ معنے مراد ہوتے ہیں نہ ہرگز مفہوم، عام محاورہ میں کہتے ہیں یہ میں اپنے

ذاتی علم سے کہتا ہوں یعنی کسی کی سُنی سنائی نہیں۔ یہ مسجد میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنائی ہے یعنی چندہ وغیرہ مالِ غیر سے نہیں۔ ائمہ اہل سنت جن کا عقیدہ ہے کہ صفاتِ الٰہیہ عینِ ذات نہیں، اللہ عزوجل کے علم و قدرت و سمع و بصر و ارادہ و کلام و حیات کو اس کی صفتِ ذاتی کہتے ہیں۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:

اعلم بان الصفات التی ھی لاعین الذات ولاغیرھا انما ھی الصفات الذاتیۃ الخ[1]

بیشک وہ صفات جو اللہ تعالٰی کی نہ عین اور نہ غیر ہیں، صرف وہ ذاتی صفات ہیں۔ (ت)

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف رسالہ "تعریفات" میں فرماتے ہیں:

الصفات الذاتیۃ ھی مایوصف اللہ تعالٰی بھا ولایوصف بضدھا نحو القدرۃ و العزۃ والعظمۃ وغیرھا[2]

ذاتی صفات وہ ہیں جن سے اللہ تعالٰی موصوف ہے اور اُن کی ضد سے موصوف نہیں جیسے قدرت، عزت، عظمت وغیرہا۔ (ت)

وجوبِ ذاتی و امتناعِ ذاتی و امکانِ ذاتی کا نام حکمت و کلام و فلسفہ وغیرہا میں سُنا ہوگا یعنی ان الذات تقتضی لذاتھا الوجود او العدم (یعنی بلاشُبہہ ذات اپنی ذات کے اعتبار سے وجود یا عدم کا تقاضا کرتی ہے۔ ت) اوّلاً ان میں کوئی بھی اپنے موصوف کا نہ عینِ ذات ہے نہ جزء بلکہ مفہوماتِ اعتباریہ ہیں جن کے لئے خارج میں وجود نہیں کما حقق فی محلہ (جیسا کہ اس کے محل میں اس کی تحقیق کردی گئی ہے۔ ت) یونہی اصلیین اعنی علمِ کلام و علمِ اصولِ فقہ میں افعال کے حسنِ ذاتی و قبحِ ذاتی کا مسئلہ اور اس میں ہمارے ائمہ ماتریدیہ کا مذہب سُنا ہوگا حالانکہ بداہۃً حسن و قبح نہ عینِ فعل ہیں نہ جزءِ فعل۔ محقق علی الاطلاق تحریر الاصول میں فرماتے ہیں:

مما اتفقت فیہ الاغراض والعادات و استحق بہ المدح والذم فی نظر العقول جمیعا لتعلق مصالح الکل بہ لایفید بل ھو المراد بالذاتی للقطع بان مجرد حرکۃ الید قتلا ظلما لاتزید حقیقتھا علٰی حقیقتھا

جس میں اغراض و عادات متفق ہوں اور اس کے سبب سے مدح و ذم کا استحقاق ہو کیونکہ سب کے مصالح اُس سے متعلق ہیں یہ قول غیر مفید ہے بلکہ ذاتی سے مراد وہی ہے، اس لئے کہ یہ بات قطعی ہے کہ قتل کے لئے بطور ظلم محض حرکتِ ید کی حقیقت بطور عدل اس کی حرکت

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۵۴

[2] التعریفات للجرجانی ۸۷۰ (الصفات الذاتیہ) دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۱۱

عدلا، فلوکان الذاتی مقتضی الذات اتحد لانہ مہما حسنا وقبحا، فانما یراد (ای بالذاتی) مایجزم بہ العقل لفعل من الصفۃ بمجرد تعقلہ کائنا عن صفۃ نفس من قام بہ فباعتبارھا یوصف بانہ عدل حسن اوضدہ[1] اھ۔

کی حقیقت سے زائد نہیں۔ اگر ذاتی مقتضائے ذات ہوتا تو ان دونوں کا لازم حُسن وقبح کے اعتبار سے متحد ہوجاتا کیونکہ ذاتی سے مراد وُہ ہے کہ عقل اس کے ساتھ جزم کرے کسی فعل کے لئے صفت سے، محض اُس کے متعقل ہونے کی وجہ سے اُس ذات کی صفت سے جس کے ساتھ وہ قائم ہے اُسی کے اعتبار سے اُس کو عدل وحسن یا اس کی ضد کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے اھ (ت)

ثانیاً ذاتی میں یائے نسبت ہے، ذاتی منسوب بہ ذات اور متغائرین میں ہر اضافت مصحح نسبت جو چیز دوسرے کی طرف مضاف ہوگی وہ ضرور اسکی طرف منسوب ہوگی کہ اضافت بھی ایک نسبت ہی ہے، توجب نورِ ذات کہنا صحیح ہے تو نورِ ذاتی کہنا بھی قطعاً صحیح ہوگا ورنہ نسبت ممتنع ہوگی تو نورِ ذات کہنا بھی باطل ہوجائے گا ھذا خلف۔

ثالثاً نورِ ذات کہنا جس کا جواز مانع کو بھی تسلیم ہے اس میں اضافتِ بیانیہ ہو یعنی وہ نور کہ عین ذاتِ الٰہی ہے تو معاذ اللہ نورِ رسالت کا عین ذاتِ الوہیت ہونا لازم آتا ہے پھر یہ کیوں نہ منع ہوا، اگر کہئے کہ یہ معنٰے مراد نہیں بلکہ اضافت لامیہ ہے اور اس کی وجہ تشریف جیسے بیت اللہ و ناقۃ اللہ و روح اللہ، تو اسی معنے پر نورِ ذاتی میں کیا حرج ہے یعنی وُہ نور کہ ذاتِ الٰہی سے نسبتِ خاصہ ممتازہ رکھتا ہے۔ شرح المواہب للعلامۃ الزرقانی میں ہے:

اضافۃ تشریف واشعار بانہ خلق عجیب وان لہ شانالہ مناسبۃ ما الی الحضرۃ الربوبیۃ علٰی حد قولہ تعالٰی و نفخ فیہ من روحہ[2]

اضافت تشریفیہ ہے اور یہ بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عجیب مخلوق ہیں اور بارگاہِ ربوبیت میں آپ کو خاص نسبت ہے جیسے ونفخت فیہ من روحی[3] (اور میں اس میں اپنی طرف کی خاص معزز رُوح پھونک دوں)۔ (ت)

---

[1] تحریر الاصول المقالۃ الثانیۃ الباب الاول الفصل الثانی مصطفی البابی مصر ص ۲۲۵ و ۲۲۶

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۶

[3] القرآن الکریم ۱۵/ ۲۹ و ۳۸/ ۷۲

رابعاً نورِ ذاتی میں اگر ایک معنٰی معاذاللہ کفر ہیں کہ ذاتی کو اصطلاحِ فنِ ایساغوجی پر حمل کریں جو ہرگز قائلوں کی مراد نہیں بلکہ غالباً ان کو معلوم بھی نہ ہوگی تو نورِ ذات یا نوراللہ کہنے میں جن کا جواز خود مانع کو مسلّم ہے عیاذاً باللہ متعدد وجہ پر معانی کفر ہیں۔

ہم نے فتوٰی دیگر میں بیان کیا کہ نور کے دو معنے ہیں، ایک ظاہر بنفسہٖ مظہر لغیرہٖ، بایں معنٰی اگر اضافتِ بیانیہ لو تو نورِ رسالت عینِ ذاتِ الٰہی ٹھہرے اور یہ کفر ہے۔ اور اگر لامیہ لو تو یہ معنے ہوں گے کہ وہ نور کہ آپ بذاتِ خود ظاہر اور ذاتِ الٰہی کا ظاہر کرنے والا ہے، یہ بھی کفر ہے۔ دوسرے معنے یہ کیفیت و عرض جسے چمک، جھلک، اُجالا، روشنی کہتے ہیں اس معنٰی پر اضافتِ بیانیہ لو تو کفر عینیت کے علاوہ ایک اور کفرِ عرضیت عارض ہوگا کہ ذاتِ الٰہی معاذاللہ ایک عرض و کیفیت قرار پائی، اور اگر لامیہ لو تو کسی کی روشنی کہنے سے غالباً یہ مفہوم کہ یہ کیفیت اس کو عارض ہے جیسے نورِ شمس و نورِ قمر و نورِ چراغ، یوں معاذاللہ اللہ عزوجل محلِ حوادث ٹھہرے گا، یہ بھی صریح ضلالت و گمراہی و منجر بہ کفرِ لزومی ہے، ایسے خیالات سے اگر نورِ ذاتی کہنا ایک درجہ ناجائز ہوگا تو نورِ ذات و نوراللہ کہنا چار درجے، حالانکہ ان کا جواز مانع کو مسلّم ہونے کے علاوہ نوراللہ تو خود قرآنِ عظیم میں وارد ہے:

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولوکرہ الکٰفرون ۝ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولوکرہ الکٰفرون[2]	اللہ تعالٰی کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالٰی اپنے نور کو تام فرمانے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونھوں سے بجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا پڑے بُرا مانیں کافر۔ (ت)

حدیث میں ہے:

اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ[3]	مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نوراللہ سے دیکھتا ہے۔ (ت)

خامساً مضاف و مضاف الیہ میں اگر مغائرت شرط ہے تو منسوب و منسوب الیہ میں

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۸

[2] 〃 ۹/ ۳۲

[3] سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۱۳۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۸۸
کنز العمال حدیث ۳۰۷۳۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۸۸

کیا شرط نہیں۔

سادساً بلکہ اس طور پر جو مانع نے اختیار کیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے پہلے مخلوقِ الٰہی نہ رہیں گے، دو چیزیں حضور سے پہلے مخلوق قرار پائیں گی اور یہ خلافِ حدیث وخلافِ نصوصِ ائمہ قدیم وحدیث۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔[1]	اے جابر! اللہ تعالٰی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

یہاں دو اضافتیں ہیں، نورِ نبی و نورِ خدا۔ اور مشتہر کے نزدیک اضافت میں مغایرت شرط ہے تو نورِ نبی غیرِ نبی ہُوا اور نورِ خدا غیرِ خدا، اور غیرِ خدا جو کچھ ہے مخلوق ہے تو نورِ خدا مخلوق ہوا اور اس نور سے نورِ نبی بنا، تو ضرور نورِ خدا نورِ نبی سے پہلے مخلوق تھا اور نورِ نبی باقی سب اشیاء سے پہلے بنا، اور اشیاء میں خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی ہیں، تو نورِ نبی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے بنا اور اس سے پہلے نورِ خدا بنا، تو نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دو مخلوق پہلے ہوئے، یہ محض باطل ہے۔

سابعاً حل یہ ہے کہ ایسا غوجی میں ذاتی مقابلِ عرضی ہے بایں معنی اللہ عزوجل نورِ ذاتی و نورِ عرضی، دونوں سے پاک و منزّہ ہے مگر وہ یہاں نہ مراد نہ مفہوم اور عام محاورہ میں ذاتی مقابل صفاتی و اسمائی ہے اور یہاں یہی مقصود، بایں معنٰی اللہ عزّوجل کے لئے نورِ ذاتی و نورِ صفاتی و نورِ اسمائی سب ہیں کہ اس کی ذات وصفات و اسماء کی تجلیاں ہیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تجلّی ذات اور انبیاء و اولیاء وسائر خلق اللہ تجلّی اسماء وصفات ہیں جیسا کہ ہم نے فتوائے دیگر میں شیخ محقق سے نقل کیا، رحمہ اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا محمد و اٰلہ وسلم۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاوّل المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱

تقریظ[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد فقیر غفرلہ المولی القدیر نے فاضلِ کامل عالمِ عامل، حامی السنۃ، ماحی الفتنۃ، مولنا مولوی حبیب علی صاحب علوی ایدہ اللہ تعالٰی بالنور العلوی کی یہ تحریر منیر مطالعہ کی فجزاہ اللہ عنہ نبیہ المصطفٰی الجزاء الاوفٰی۔

مسئلہ بحمداللہ تعالٰی واضح ومکشوف اور مسلمانوں میں مشہور ومعروف ہے، فقیر کے اس میں تین رسائل ہیں:

(۱) قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام علیہ وعلٰی آلہ الصلٰوۃ والسلام۔

---

[1] یہ تقریظ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے مولانا حبیب علی علوی کے رسالہ پر لکھی تھی، بریلی کے ذخیرۂ مسوّدات سے مولانا محمد ابراہیم شاہدی پورنپوری نے ۸ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ کو نقل کی۔ یہ نقل محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سرداراحمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ذخیرۂ کتب سے راقم کو ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو دستیاب ہوئی جو پیشِ نظر مجموعہ رسائل میں شامل کی جارہی ہے۔

اس مجموعہ میں حضورِ انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نورانیت کے موضوع پر ایک اور سایہ نہ ہونے کے موضوع پر تین ۳ رسائل شامل ہیں۔

محمد عبدالقیوم قادری

(۲) نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شیئ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان علیہ الصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان۔

یہاں جناب مجیب مصیب سلمہ القریب المجیب کی تائید میں بعض کلام ائمہ کرام علمائے اعلام کا اضافہ کروں۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی خصائص الکبرٰی شریف میں فرماتے ہیں:

باب الاٰیۃ فی انہ لم یکن یرٰی لہ ظل اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر، قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ظلہ کان لایقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذا مشٰی فی الشمس او القمر لاینظر لہ ظل قال بعضھم ویشھد لہ حدیث، قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورًا۔[1]

اس نشانی کا بیان کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہیں دیکھا گیا۔ حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے روایت کی کہ سورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ ابن سبع نے کہا، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا کیونکہ آپ نور ہیں، آپ جب سورج اور چاندنی کی روشنی میں چلتے تو سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں آپ نے دعا فرماتے ہوئے کہا: اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔ (ت)

نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع لانہ کان نورا، وقال رزین لغلبۃ انوارہ۔[2]

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ نہ ہی سورج اور چاند کی روشنی میں آپ کا سایہ دکھائی دیتا تھا۔ ابن سبع نے کہا آپ کے نور ہونے کی وجہ سے۔ اور رزین نے کہا آپ کے انوار کے غلبہ کی وجہ سے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی افضل القرٰی لقراء ام القرٰی میں زیر قول ماتن رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب الاٰیۃ فی انہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۶۸

[2] انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب

لم یساووک فی علاک وقد حا ل سنا منک دونهم وسناۤ

4 (انبیاء علیہم الصلوات والسلام فضیلت میں آپ کے برابر نہ ہوئے آپ کی چمک اور رفعت آپ تک ان کے پہنچنے سے مانع ہوئی۔ت)

فرماتے ہیں :

هذا مقتبس من تسمیته تعالٰی لنبیه نورا فی نحو قوله تعالٰی "قد جاءکم من الله نور وکتاب مبین"، وکان صلی الله علیه وسلم یکثر الدعاء بان الله یجعل کلا من حواسه و اعضائه و بدنه نورا اظهار الوقوع ذٰلک وتفضل الله تعالٰی علیه به لیزداد شکره و شکر امته علٰی ذٰلک کما امرنا بالدعاء الذی فی اٰخر سورة البقرة مع وقوعه، وتفضل الله تعالٰی به لذٰلک و مما یؤید انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم صار نورا انه کان اذا مشی فی الشمس او القمر لم یظهر له ظل لانه لا یظهر الا لکثیف وهو صلی الله تعالٰی علیه وسلم قد خلصه

یہ ماخوذ ہے ان آیاتِ کریمہ سے جن میں اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کا نام نور رکھا ہے، جیسے آیت کریمہ قد جاءکم من الله نور وکتاب مبین (تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالٰی کی طرف سے نور اور روشن کتاب) نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اللہ تعالٰی آپ کے تمام حواس، اعضا اور بدن کو نور بنادے۔ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دعا اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے فرماتے کہ اس کا وقوع ہوچکا ہے اور اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے آپ کو مجسم نور بنادیا ہے تاکہ آپ اور آپ کی امت اس پر اللہ تعالٰی کا بکثرت شکریہ ادا کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ہمیں سورۂ بقرہ کی آخری آیات میں واقع دعا مانگنے کا حکم دیا ہے باوجودیکہ اللہ تعالٰی کے فضل سے اس کا وقوع ہوچکا ہے۔ آپ کی نورانیت کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب آپ سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا کیونکہ سایہ تو کثیف چیز کا ظاہر ہوتا ہے جبکہ آپ کو اللہ تعالٰی نے تمام

---

6 لہ ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الاول حزب القادریۃ لاہور ص ٦

اللہ من سائر الکثائف الجسمانیۃ وصیرہ نورا صرفا لا یظہر لہ ظل اصلا[1]

جسمانی کثافتوں سے پاک فرمادیا ہے اور آپ کو خالص نور بنادیا ہے، چنانچہ آپ کا سایہ بالکل ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ (ت)

علامہ سلیمان جمل شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں،

لم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل یظہر فی شمس ولا قمر[2]

سورج اور چاند کی روشنی میں حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ (ت)

علامہ حسین بن محمد دیار بکری کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس میں لکھتے ہیں،

لم یقع ظلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الارض ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر[3]

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور نہ ہی سورج وچاند کی روشنی میں نظر آتا تھا (ت)

بعینہٖ اسی طرح نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار میں ہے۔ علامہ سیدی محمد زرقانی شرح مواہب شریف میں فرماتے ہیں،

لم یکن لہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا کما قال ابن سبع وقال رزین لغلبۃ انوارہ وقیل حکمۃ ذٰلک صیانتہ عن یطأ کافر علی ظلہ رواہ الترمذی الحکیم عن ذکوان ابی صالح السمان الزیات المدنی او ابی عمرو المدنی مولٰی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وکل منہما ثقۃ من التابعین

حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ شمس و قمر کی روشنی میں نمودار نہ ہوتا تھا بقول ابن سبع آپ کی نورانیت کی وجہ سے اور بقول رزین غلبۂ انوار کی وجہ سے۔ اور کہا گیا ہے کہ عدم سایہ کی حکمت یہ ہے کہ کوئی کافر آپ کے سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے ذکوان ابوصالح السمان زیات مدنی سے یا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آزاد کردہ غلام ابوعمرو مدنی سے، اور وہ دونوں ثقہ تابعین

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی (شرح ام القرٰی) شرح شعر ۲ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۱۲۸ و ۱۲۹

[2] الفتوحات الاحمدیۃ علی متن الہمزیۃ لسلیمان جمل المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۵

[3] تاریخ الخمیس القسم الثانی النوع الرابع مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۲۱۹

فھو مرسل لکن روی ابن المبارک و ابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما لم یکن للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوءہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوءہ ضوء السراج۔[1]

میں سے ہیں لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے۔ لیکن ابن مبارک اور ابن جوزی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ آپ کا سایہ نہ تھا آپ جب سورج کی روشنی یا چراغ کی روشنی میں قیام فرماتے تو آپ کی چمک سورج اور چراغ کی روشنی پر غالب آجاتی تھی۔ (ت)

فاضل محمد بن صبان اسعاف الراغبین میں ذکر خصائص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لکھتے ہیں،

وانہ لافیئ لہ[2] (بے شک آپ کا سایہ نہ تھا۔ ت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ الشریف فرماتے ہیں، ؎

چوں فنائش از فقر پیرایہ شود　　او محمد وار بے سایہ شود[3]

(جب اس کی فنا فقر سے آراستہ ہوجاتی ہے تو وہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح بغیر سایہ کے ہوجاتا ہے۔ ت)

ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی قدس سرہٗ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

درمصرع ثانی اشارہ بمعجزہ آں سرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم است کہ آں سرور را سایہ نمی افتاد[4]

دوسرے مصرع میں سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا۔

یہاں اس مسئلہ کے منکر وہابیہ ہیں اور اسمٰعیل دہلوی کے غلام اور اسمٰعیل کو غلامیِ حضرت مجدد کا ادعاء اور حضرت شیخ مجدد جلد ثالث مکتوبات مکتوب صدم میں فرماتے ہیں:

او را صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نبود　　درعالم رسول انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ　المقصد الثالث　الفصل الاول　دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۲۲۰
[2] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی واہل بیتہ الطاہرین　الباب الاول　مصطفٰی البابی مصر ص ۷۹
[3] مثنوی معنوی　درصفت آں بیخود کہ دربقائی حق فانی شدہ است الخ　نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱۹
[4]

شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف ترست وچوں لطیف تر از وے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد علیہ و علٰی آلہ الصلوات والتسلیمات[1]

عالمِ شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ چونکہ آپ سے بڑھ کر کوئی شے لطیف نہیں ہے لہذا آپ کے سایہ کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ آپ پر اور آپ کی آل پر درود و سلام ہو۔ (ت)

اسی کے مکتوب ۱۲۲ میں فرمایا:

واجب را تعالٰی چرا ظل بود کہ ظل موہم تولید بمثل ست ومنبی از شائبہ عدمِ کمالِ لطافتِ اصل، ہرگاہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد[2] جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

واجب تعالٰی کا سایہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سایہ تو مثل کے پیدا ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے اور عدمِ کمالِ لطافت کے شائبہ کی خبر دیتا ہے۔ جب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ بوجہ آپ کی لطافت کے نہ تھا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خدا جل وعلا کا سایہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) مطالع المسرات شریف میں امام اہلسنت سیدنا ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ تعالٰی سے:

انہ تعالٰی نور لیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ و الملٰئکۃ شرر تلک الانوار[3]

اللہ تعالٰی نور ہے مگر انوار کی مثل نہیں اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رُوحِ اقدس اللہ تعالٰی کے نور کا جلوہ ہے اور ملائکہ ان انوار کی جھلک ہیں۔ (ت)

پھر اس کی تائید میں حدیث کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ[4]

اللہ تعالٰی نے سب سے پہلے میرا نور بنایا اور میرے نور سے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا (ت)

---

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب صدم نولکشور لکھنؤ جلد سوم ص ۱۸۷
[2] " " مکتوب ۱۲۲ " " " " ۲۳۷
[3] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد " ۲۶۵
[4] " " " " " " " "

جب ملائکہ کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنے، سایہ نہیں رکھتے تو حضور کہ اصل نور ہیں جن کی ایک جھلک سے سب ملک بنے کیونکر سایہ سے منزّہ نہ ہوں گے۔ عجب کہ ملائکہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنے' بے سایہ ہوں' اور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ نورِ الٰہی سے بنے' سایہ رکھیں۔

حدیث میں ہے کہ آسمانوں میں چار انگل جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے سجدہ میں نہ ہو، ملائکہ کے سایہ ہوتا تو آفتاب کی روشنی ہم تک کیونکر پہنچتی یا شاید پہنچتی تو ایسی جیسے گھنے پیڑ میں سے چھن کر خال خال بندکیاں نور کے سائے کے اندر نظر آتی ہیں، ملائکہ تو لطیف تر ہیں، نار کے لئے سایہ نہیں بلکہ ہوا کے لئے سایہ نہیں بلکہ عالمِ نسیم کی ہوا کہ ہوائے بالا سے کثیف تر ہے اس کا بھی سایہ نہیں ورنہ روشنی کبھی نہ ہوتی بلکہ ہوا میں ہزاروں لاکھوں ذرّے اور قسم قسم کے جانور بھرے پڑے ہیں کہ خوردبین سے نظر آتے ہیں اور بعض بے خوردبین بھی، جبکہ دھوپ کسی بند مکان میں روزن سے داخل ہو، ان میں کسی کے سایہ نہیں۔ یہ سب تو قبول کرلیں گے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تنِ اقدس کی ایسی لطافت کس دل سے گوارا ہو کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا۔ جانے دو، یہاں ان ذروں کی باریکی جسم کا حیلہ لوگے، آسمان میں کیا کہو گے؟ اتنا بڑا جسم عظیم کہ تمام زمین کو محیط اور اس کا ایک ذرا سا ٹکڑا جس میں آفتاب ہے سارے کُرۂ زمین سے تین سو چھبیس حصے بڑا ہے، اسی کا سایہ دکھا دیجئے، اس کا سایہ پڑتا تو قیامت تک تمہیں دن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا، ہاں ہاں یہی جو نیلگوں چھت ہمیں نظر آتی ہے، یہی پہلا آسمان ہے، قرآن عظیم یہی بتاتا ہے،

قال تعالٰی افلم ینظروا الی السماء فوقھم کیف بنینٰھا و زینّٰھا و مالھا من فروج[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) کیا نہیں دیکھتے اپنے اوپر آسمان کو' ہم نے اسے کیسے بنایا اور آراستہ کیا اور اس میں کہیں شگاف نہیں۔

اور فرماتا ہے:

و زیّنّٰھا للنّٰظرین[2] ہم نے آسمان کو دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا۔

اور اگر فلاسفۂ یونانی کی فضلہ خوری سے یہی مانئے کہ جو نظر آتا ہے فلک نہیں، کُرۂ بخار ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۶

[2] " " ۱۵/ ۱۶

جب بھی ہمارا مطلب حاصل کہ اتنا بڑا جسم عظیم عنصری سایہ نہیں رکھتا، اسے آسمان کہو یا کرۂ بخار، ہیئاتِ جدیدہ کا کفر اور ڈھو کہ آسمان کچھ ہے ہی نہیں، یہ جو نظر آتا ہے محض موہوم و بے حقیقت حدِ نگاہ ہے' تو ایک بات ہے مگر آسمانی کتاب پر ایمان لاکر آسمان سے انکار نا ممکن۔

غرض جب دلیلِ قاہر سے ثابت کہ جسمِ عنصری کے لئے سایہ ضروری نہیں، تو نیچریوں کی طرح خلافِ نیچر ہونے کا جو ہیانہ استبعاد تھا وہ اوڑھ لیا، پھر کیا وجہ کہ ائمہ کرام طبقۃً فطبقۃً جو فضیلت ہمارے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے نقل فرماتے اور مقبول و مقرر رکھتے آئے اور عقل و نقل سے کوئی اس کا دافع نہیں، تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں چُون وچرا برتی جائے اسے سوائے مرضِ قلب کے کیا کہئے، محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل کو ہمارا دل گوارا نہیں کرتا یشرح صدرہ للاسلام[1] (اللہ تعالٰی اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ت) کی دولت نہ ملی کہ اللہ تعالٰی اس کا سینہ قبول و تسلیم کے لئے کھول دیتا، ناچار یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء[2] (اس کا سینہ تنگ خوب رُکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ت) کے آڑے آتی۔ دل تنگ ہو کر گورِ کافر کے مثل ہو جاتا اور فضیلت کا منکر کلیجہ چار چار اچھلتا گویا آسمان کو چڑھا جاتا ہے کذٰلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لایؤمنون[3] والعیاذ باللہ رب العلمین۔ واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم (اللہ یُوں ہی عذاب میں ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں کو۔ اور اللہ رب العالمین کی پناہ۔ اور اللہ سبحنہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

رسالہ

صلات الصفاء فی نور المصطفٰی

ختم ہوا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۵
[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۵
[3] " ۶/ ۱۲۵